بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما امابعد:

سلسلہ وار جوابات یہ ہیں

(۱) اسلام کے اصول سادہ اور فطری ہیں، اس لئے مختلف عبادتوں اور تہواروں کے اوقات کے لئے ایسی چیزوں کو معیار بنایا جاتا ہے جس کا سمجھنا اور جاننا ہر عام وخاص، تعلیم یافتہ، اور غیر تعلیم یافتہ سب کے لئے ممکن ہے اسلام نے قمری مہینوں کے بارے میں تکلفات سے کام لینے کے بجائے چاند دیکھنے یا مہینے کے تیس دن مکمل کرنے کو کسوٹی قرار دیا ہے، قمری حساب جاننا نہایت آسان ہوتا ہے، ہر شخص چاند کے حساب سے تاریخ شمار کرسکتا ہے شمسی حساب کے لئے جنتری کا درکار ہے ہر کس وناکس شمسی حساب کو نہیں سمجھتا ہے اور چاند کا حساب قدرتی اور آسان ہے، جو سہولت قمری حساب میں ہے وہ شمسی حساب میں نہیں اس لئے شریعت میں مہینے اور سال قمری ہی معتبر ہے خصوصا ان عبادات میں جن کا تعلق کسی خاص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے جیسے روزہ رمضان، حج کے مہینے، حج کے ایام، محرم وشب برائت وغیرہ سے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تفسیر معارف القرآن میں یسئلونک عن الاہلہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ چاند کے معاملہ میں جو الفاظ قرآن کریم نے استعمال کئے ان سے واضح اشارہ اس طرف نکلتا ہے کہ شریعت اسلام میں حساب چاند ہی کا متعین ہے، خصوصا ان عبادات میں جن کا تعلق کسی خاص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے، جیسے روزہ رمضان، حج کے مہینے، حج کے ایام، محرم وشب برائت وغیرہ سے متعلق جو احکام ہیں وہ سب رویت ہلال سے متعلق کئے گئے ہیں کیونکہ اس آیت میں ہی مواقیت للناس والحج فرما کر بتلا دیا کہ اللہ تعالی کے نزدیک حساب قمر ہی معتبر ہے اگرچہ یہ حساب آفتاب سے بھی معلوم ہو سکتا ہے، شریعت نے چاند کے حساب کو اس لئے اختیار فرمایا کہ اس کو ہر آنکھوں والا افق پر دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے۔ عالم، جاہل، دیہاتی، جزیروں، پہاڑوں کے رہنے والے، جنگلی سب کو اس کا علم آسان ہے، بخلاف شمسی حساب کے کہ وہ آلات رصدیہ اور قواعد ریاضیہ پر موقوف ہے جس کو ہر شخص آسانی سے نہیں معلوم کر سکتا، پھر عبادات کے معاملہ میں تو قمری حساب کو بطور فرض متعین کر دیا، اور عام معاملات تجارت وغیرہ میں بھی اسی کو پسند کیا، جو عبادت اسلامی کا ذریعہ ہے اور ایک طرح کا اسلامی شعار ہے اگرچہ شمسی حساب کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا، شرط یہ ہے کہ اس کا رواج اتنا عام نہ ہو جائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلادیں، کیونکہ ایسا کرنے میں عبادات روزہ وحج وغیرہ میں خلل لازم آتا ہے جیسا کہ اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور شخصی مکاتبات میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے بھی پورے یاد نہیں رہے، یہ شرعی حیثیت کے علاوہ غیرت قومی وملی کا بھی دیوالیہ پن ہے، اگر دفتری معاملات میں جن کا تعلق غیر مسلموں سے بھی ہے ان میں صرف شمسی حساب رکھیں، باقی نجی خط وکتابت اور روزمرہ کی ضروریات میں قمری اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہو گا، اور اپنا قومی شعار بھی محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن ۱/ ۴۶۸)

لہذا شمالی امریکہ کے مسلمانوں کے لئے بھی ہجری تاریخ کی حفاظت کے لئے قمری تاریخ کا حساب رکھنا اور مہینہ کے شروع میں چاند دیکھنا فرض کفایہ ہے۔

دار الافتاء



ويفترض على المسلمين فرض كفاية أن يلتمسوا الهلال في غروب اليوم التاسع والعشرين من شعبان ورمضان حتى يتبينوا أمر صومهم وإفطارهم ولم يخالف في هذا سوى الحنابلة فقالوا إن التماس الهلال مندوب لا واجب ولا يخفى أن رأي غيرهم هو المعقول لأن صيام رمضان من أركان الدين ،وقد علق على رؤية الهلال فكيف يكون طلب الهلال مندوبا فقط. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/۵۵۱)

شریعت میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رویت پر رکھا ہے حدیث شریف میں ہے

لا تصوموا حتى تروه ولاتفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا ۔(بخاری۱/۲۵۶ مسلم: ۱/۳۴۷مشکوۃ: ۱/۱۷۴)

روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور عید کے لئے افطار اس وقت نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو حساب لگالو (یعنی حساب سے تیس دن پورے کرلو)۔

اسی طرح اور ایک روایت میں ہے

ألشهر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فإن غم عليكم فاكملواالعدة ثلاثين

(بخاری: ۱/۲۵۶ ، مسلم:۱/۳۴۷ ، مشکوہ:۱/۱۷۴ )

مہینہ (یقینی) انیتس راتوں کا ہوتا ہے اس لئے روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو پھر اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو (شعبان) کی تعداد تیس دن پورا کر کے رمضان سمجھو۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثین حدیث کی دوسری مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں، جن پر کسی محدث نے کلام نہیں کیا اور دونوں میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رویت پر رکھا ہے ،لفظ رویت عربی زبان کا مشہور لفظ ہے جس کے معنی کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کے ہیں۔ اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں، مجاز ہے۔

اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ مدار احکام چاند کا افق پر وجود نہیں بلکہ رویت پر ہے اگر چاند افق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رویت نہ ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا رہے۔ یعنی تمہاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو۔ اور اس پر عمل کرو۔ یا آلات رصدیہ اور دور بینوں کے ذریعہ اس کا وجود دیکھو، بلکہ فرمایا: فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين ۔

شرح قاموس میں ہے۔ غم الهلال على الناس غما إذا حال دون الهلال غيم رقيق أو غيره فلم ير.

لفظ غم الھلال علی الناس اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند دیکھا نہ جاسکے، جس سے معلوم ہوا کہ چاند کا وجود خود آنحضرت ﷺ نے تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہونا لازمی ہے

جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کہا جاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند کے مستور ہو جانے کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں، ان میں سے کوئی سبب پیش آئے۔ بہر حال جب نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھا نہ جاسکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ و عید وغیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔

صحیح مسلم کی حدیث سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ کچھ صحابہ کرامؓ عمرہ کے لئے نکلے، راستہ میں چاند پر نظر پڑی تو چاند کا سائز بڑا اور روشن دیکھ کر آپس میں گفتگو ہوئی۔ بعض نے کہا یہ دو رات کا چاند ہے۔ بعض نے کہا تین رات کا۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم اول کس رات میں دیکھا، بتلایا گیا کہ فلاں شب میں رویت ہوئی تھی ابن عباسؓ نے فرمایا ان رسول الله ﷺ امد الرؤية فهو لليلة رأيتموه. (مسلم شريف: ١١٤/١ - جواهر الفقه. ٣٥٠/٣-٣٥٢)

لہذا شمالی امریکہ کے مسلمان رمضان المبارک اور عیدین رویت ہلال پر کریں۔ ہاں امریکہ کی جس جگہ میں چاند نہیں دیکھا جاتا ہے وہاں کے لوگ اقرب البلاد کے چاند دیکھنے پر عمل کریں۔

عن ابن عمرو بن سعيد انه سمع ابن عمر رضى الله عنهما يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد الابهام في الثالثة والشهر هكذا وهكذا وهكذا يعنى تمام ثلاثين - (.صحيح مسلم ٣٤٧/١ .صحيح بخاري ٢٥٦/١ )

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا رأيتموه فافطروا فان غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما.

عن عبد الله ابن عمر رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال ( الشهر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين(.صحيح مسلم ٣٤٧/١ صحيح بخاري ٢٥٦/١ )

أنه لا يصح اعتقاد رمضان إلا برؤية فاشية أو شهادة عادلة أو إكمال شعبان ثلاثين يوما وعلى هذا مذهب جمهور فقهاء الأمصار بالحجاز والعراق والشام والمغرب منهم مالك والشافعي والأوزاعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه وعامة أهل الحديث- (عمدة القاري ٢٧١/١٠ رشيدية)

ويوضحه قوله في الحديث الماضي فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين ولم يقل فسلوا أهل الحساب والحكمة فيه كون العدد عند الاغماء يستوي فيه المكلفون فيرتفع الاختلاف والنزاع عنهم.(فتح الباري ١٠٩/٤)

أَنَّ وُجُوبَ الصَّوْمِ مُعَلَّقٌ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ ، لِحَدِيثِ " { صُومُوالِرُؤْيَتِهِ } " وَتَوْلِيدُ الْهِلَالِ لَيْسَ مَبْنِيًّا عَلَى الرُّؤْيَةِ بَلْ عَلَى قَوَاعِدَ فَلَكِيَّةٍ ، وَهِيَ وَإِنْ كَانَتْ صَحِيحَةً فِي نَفْسِهَا ، لَكِنْ إذَا كَانَتْ وِلَادَتُهُ فِي لَيْلَةِ كَذَا فَقَدْ يُرَى فِيهَا الْهِلَالُ وَقَدْ لَا يُرَى ؛ وَالشَّارِعُ عَلَّقَ الْوُجُوبَ عَلَى الرُّؤْيَةِ بِالْقَبْلَةِ لَا عَلَى الْوِلَادَةِ -(رد المحتارلابن عابدين الشامي: ١١٣/٢ زكريا)

دار الافتاء

(۲) وحدت مطالع اور اختلاف مطالع کے معنی دو طرح سے کیا جاسکتے ہیں۔ ایک فلکیات کے حساب سے تعیین کیا جائے گا، کس علاقہ کا مطلع متحد ہے، اور کس علاقہ کا مطلع مختلف ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کبھی چاند افق پر طلوع ہوتا ہے، تو وہ اپنے دیکھنے والوں کے حساب سے زمین پر ایک قوس بناتا ہے جو شخص اس قوس کے اندر ہوگا وہ چاند دیکھ سکے گا اور جو اس قوس سے باہر ہے وہ چاند نہیں دیکھ سکے گا اس کی مثال یہ ہے کہ چاند طلوع ہوا اور یہ ڈیسک کا جو رقبہ ہے وہ قوس ہے جس میں چاند دیکھا جاسکتا ہے تو اگر ایک آدمی اسی ڈیسک کے ایک کونے پر کھڑا ہو اور ایک آدمی اسی ڈیسک کے دوسرے کونے پر کھڑا ہو تو دونوں کے درمیان ہزار ہا میل فاصلہ ہوگا مگر دونوں کا مطلع متحد ہوگا اس واسطے کہ دونوں قوس کے اندر ہیں۔ اور چاند کو دیکھ رہے اور اگر ایک آدمی قوس کے اندر کھڑا ہو اور دوسرا باہر، تو دونوں کے درمیان ہو سکتا ہے کہ ایک میل کا بھی فاصلہ نہ ہو لیکن دونوں کا مطلع مختلف ہے۔

اور یہ معنی چاند نظر آنے کی صلاحیت پر ہے، فاصلے کی کمی و زیادتی پر نہیں، لیکن اس معنی کے اعتبار سے وحدت مطلع اور اختلاف مطلع کی تعیین کے لئے دائمی فارمولہ ایسا نہیں کہ حساب لگا کر دیکھ لیتے کہ قوس کے اندر کون کون سا ملک آرہا ہے اور کونسا ملک نہیں آرہا ہے اور جو آرہا ہے اس کو کہتے کہ اس کا مطلع متحد ہے۔ اور جو نہیں آرہا ہے اس کو کہتے اس کا مطلع مختلف ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ جب چاند طلوع ہوتا ہے تو زمین پر نئی قوس بناتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو ممالک یا علاقہ پچھلے مہینے اس قوس کے اندر داخل تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مہینے میں وہ سب خارج ہو گئے ہوں۔ اور نئے علاقہ قوس کے اندر آگئے ہوں۔ اور ہر ماہ اسی طرح یہ قوس بدلتی رہتی ہے۔ إن اختلاف المطالع لا علاقة له بالقرب أو البعد دائما لأن من الممكن أن يختلف المطلع فيما بين بلدين قريبين وأن لا يختلف بين بلدين بعيدين وذلك لأن الهلال حينما يطلع فإنه يحدث قوسا على كرة الأرض بحيث يستطيع أن يراه كل من كان داخل ذلك القوس ومن كان خارج ذلك القوس لا يستطيع أن يراه فقد يكون بلد في طرف من القوس داخله فمطلعه مختلف مع من كان خارج ذلك الطرف من القوس وإن كانت المسافة بينهما قليلة ومطلعه متحد مع من كان داخل القوس في كرف آخر وإن كانت المسافة بينهما بقدر الآلاف من الأميال. (بحوث في قضايا فقهية معاصرة: ۲/۲۵۳-۲۵٤)

دوسرا معنی یہ ہے کہ عام تجربہ کی بنا پر وحدت مطلع اور اختلاف مطالع کا تعیین کرنا، اس معنی کے اعتبار سے اس علاقہ کا مطلع متحد شمار کیا جائے گا جو باہم متقارب ہیں اور جہاں چاند کی تاریخ بھی ایک رہتی ہے، اور جس جگہ عام طور پر چاند دیکھنے میں ایک علاقہ دوسرے علاقہ سے آگے یا پیچھے رہتا ہے اور چاند دیکھ کر عمل کرنے کی صورت میں تاریخ بھی بیش و کم ہوتا ہے تو اس علاقہ کا مطلع مختلف شمار کیا جائے گا، وحدت مطلع اور اختلاف مطلع تعیین کرنے کے لئے یہ ایک آسان فارمولہ ہے جو کسی قسم کے حساب اور آلات رصدیہ کی مدد کے بغیر قابل استعمال ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے قریب قریب شہروں کے مطلع کو متحد شمار کیا جائے گا۔ اگرچہ فلکیات کے حساب سے اس کا کوئی علاقہ نظر آنے کے احاطہ سے باہر ہو ایسا ہی بڑے شہر کا کوئی علاقہ کسی مہینہ میں نظر آنے کے احاطہ سے باہر ہو گیا وہ علاقہ فلکیات کے حساب سے اگرچہ مختلف ہے لیکن دوسرے معنی کے اعتبار سے اس کا مطلع متحد ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ فقہاء حنفیہ و شافعیہ وحدت مطالع اور اختلاف مطالع کے کون سے معنی کی بناء پر بلاد قریبہ و بعیدہ کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکیؒ اور ابن حجر مکیؒ نے وحدت مطالع اور اختلاف مطالع کا معنی فلکیات کے حساب سے سمجھا ہے لیکن اکثر فقہائے حنفیہ و شافعیہ دوسرے معنی کو اختیار کیا ہے

دار الافتاء

وإن كانا بلدين تختلف المطالع فيهما ،كا
إن كانا بلدين لا تختلف المطالع لأجلهما كبغداد والبصرة، لزمهم برؤية بعضهم،
(البيا ن ٣/٤٨٠)
لعراق والحجاز، والشام وخراسان، و ما أشبه ذلك ،لم يلزم أحد هما برؤية الأخر.
وقال النووي في شرح المهذب( ٤٢٧/٧ ).
أصحها : وبه قطع جمهور العراقيين والصيدلاني وغيرهم ، أن التبا عد يختلف باختلاف المطالع.
ولإمام السبكي الشافعي تاليف مال فيه إلى اعتماد قولهم لأن الحساب قطعي اومثله في شرح الوهبانية قلت: ما قاله
السبكي رده متأخر وأهل مذهبه ومنهم ابن حجر والرملي في شرحى المنهاج و وجهه ما قلناه أن الشارع لم يعتمد الحساب
بل ألغاه بالكلية بقوله صلى الله عليه وسلم نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا هكذا.( رد المحتار:
٣٨٧/٢سعيد)

(۳) آپ کا سوال(وحدت مطلع پر عمل کی صورت میں کیا ہر حال میں سعودیہ کی رویت پر عمل کیا جائے؟)
اس سلسلہ میں پہلے یہ بات ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں۔اختلاف مطالع کا مسئلہ متقدمین اور متاخرین فقہاء میں مختلف فیہ ہے۔البتہ اتنی بات پر تو اتفاق کہ اختلاف مطالع کا وجود ہے، کیونکہ سورج اور چاند دونوں اس دنیا میں موجود ہیں، کہیں سورج طلوع ہوتا ہے تو دن ہوتا ہے اور کہیں سورج غروب ہوتا ہے تو رات ہو جاتی ہے۔اسی طرح کہیں چاند مکمل ہو کر آجاتا ہے اور کہیں ابھی مکمل نہیں ہوتا، تو نظر نہیں آتا، البتہ اختلاف اس میں ہے کہ کیا اس طرح اختلاف مطالع کے موجود ہوتے ہوئے شرعی احکام میں اس کا اعتبار ہے یا نہیں۔
حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی چاروں مذہب کے متقدمین فقہائے کرام اس کا قائل ہیں کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور یہ قول حنفی مذہب کی اکثر فقہ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ ردالمحتار میں لکھتے ہیں وہو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرویۃ فی حدیث صوموا لرویتہ ( ردالمحتار ۲/۳۹۳)
لیکن متاخرین فقہاء حنفیہ میں سے صاحب قدوری، حافظ زیلعی، ملک العلماء علامہ علاء الدین کاسانی، شمس الدین السرخسی، امام ابو عبداللہ جرجانی، حسام الدین الصدر الشہید جن کی جلالت شان فقہائے حنفیہ میں مسلم ہے۔انہوں نے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہونے کا فتوی دیا ہے۔
اب رہ گیا، بلاد بعیدہ اور قریبہ کی حد کیا ہے۔ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو منعقدہ ۳/۴/مئی ۱۹۶۷ کو مختلف مکاتب فکر کے علماء اور نمائندہ شخصتیوں نے ملکر اس مسئلہ کی بابت جو فیصلہ صادر تھا وہ یہ ہے۔ کہ بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتا ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے۔ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے دوسرے میں ایک دن بعد۔ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رویت دوسرے کے لئے لازم کر دیا جائے تو مہینہ کسی جگہ اٹھائیس دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ تیس دن کا قرار پائے گا۔(جدید فقہی مسائل ۲/۳۳)
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے متعلق لکھتے ہیں

دار الافتاء

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ بھی اسی کی ترجیح کے قائل تھے۔ اور استاذ محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم شرح مسلم میں اسی آخری قول کی ترجیح کے لئے ایک ایسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس پر نظر کرنے کے بعد اس قول کی ترجیح واضح ہو جاتی ہے خصوصا اس زمانہ میں جبکہ مشرق ومغرب کے فاصلے چند گھنٹوں میں طے ہو رہے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ قرآن وسنت میں یہ بات منصوص اور قطعی ہے کہ کوئی مہینہ انیتس دن سے کم اور تیس دن سے زائد نہیں ہوتا، بلاد بعیدہ اور مشرق ومغرب کے فاصلوں مِیں اگر اختلاف مطالع مطلقا نظر انداز کر دیا جائے تو اس نص قطعی کے خلاف یہ لازم آئے گا کہ کسی شہر میں اٹھائیس کو بعید ملک سے اس کی شہادت پہنچ جائے کہ آج وہاں چاند دیکھ لیا گیا ہے تو اگر اس شہر کو دوسرے کے تابع کیا جائے تو اس کا مہینہ اٹھائیس کا رہ جائے گا۔ (اٹھائیس کا مہینہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں) اسی طرح اگر کسی شہر میں رمضان کی تیس تاریخ کو کسی بعید ملک کے متعلق بذریعہ شہادت یہ ثابت ہو جائے کہ آج وہاں ۲۹ تاریخ ہے اور اگر چاند نظر نہ آیا تو کل وہاں روزہ ہو گا اور اتفاقا چاند نظر نہ آیا تو ان کو اکتیس روزے رکھنے پڑیں گے۔ (شریعت میں اکتیس کا کوئی مہینہ نہیں) اور مہینہ اکتیس کا قرار دینا پڑے گا۔ جو نص قطعی کے خلاف ہے۔ اس لئے ناگزیر ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے۔
(جواہر الفقہ ۳/۴۸۱)

اس پر حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں احقر کا گمان یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ اور دوسرے ائمہ جنہوں نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا ہے اسکا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جن بلاد میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہے وہاں ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا ان حضرات کے لئے محض ایک فرضی قضیہ اور تخیل سے زائد کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اور ایسے قضایا سے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نادر کو بحکم معدوم قرار دینا فقہائے کرام میں معروف ہے اس لئے اختلاف مطالع کو مطلقا غیر معتبر فرمایا۔ لیکن آج تو ہوائی جہازوں نے ساری دنیا کے مشرق ومغرب کو ایک کر ڈالا ہے۔ ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا قضیہ فرضیہ نہیں بلکہ روز مرہ کا معمول بن گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں اور مغرب کی مشرق میں حجت مانی جائے تو کسی جگہ مہینہ اٹھائیس دن کا کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آجائے گا۔ اس لئے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینہ کے دنوں میں کمی وبیشی کا امکان ہو اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی ناگزیر اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہو گا۔ ( جواہر الفقہ ۳/۴۸۲ )

ظاہر الروایۃ کے بارے میں محدث کبیر سید یوسف بالنوریؒ سنن ترمذی کی شرح، معارف السنن میں لکھتے ہیں

والذي يظهر أن الأئمة لم ينقل عنهم إلا قول عدم العبرة للإختلاف مطلقا من غير فرق بين قرب وبعد ومن غير تفصيل وأما المنقول عنهم قول إجمالي ومنشأ ذلك أن طي مسافة بعيدة يختلف في مثلها مطلع الهلال ما كان يمكن في شهر واحد نظرا إلى نظام المواصلات في ذلك العهد ونظرا إلى النظام المعهود في قطع المسافة عند ذلك. فما كان يمكن أن يرى رجل الهلال ثم يصل قبل تمام الشهر إلى بلد يختلف مطلعه فكان الحكم هو اللزوم بالوجه الشرعي وعدم العبرة للاختلاف فجاء قول عدم العبرة من هذه الجهة وظاهر أن نفس اختلاف المطالع الشرقية والغربية لم يكن ليخفى على مثل الأئمة حكماء الأمة ثم إذا جاء من بعدهم فوسعوادائرة قولهم إلى ما لم يريدوه واخذوا قولهم بأوسع معنى الكلمة عاما في كل مطلع. وأرى أن هذا غير ملائم ولابد أن يرا عى تلك الظروف المحيطة والأحوال المحاطة والأغراض الدائرة فى الباب .وليس الجمود على الظاهر من باب التفقه في مثل هذا اصلا. في معارف السنن ۳۳۸/۵

احناف کا مشہور قول اگرچہ عدم اعتبار اختلاف مطالع کا ہے لیکن متاخرین فقہائے حنفیہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہونے کا فتوی دیا ہے اور اسی پر علماء دیوبند وسہارنپور اور تمام بلاد اسلامیہ کا عمل ہے۔ اس لئے ساری دنیا کا مطلع متحد کہکر سعودیہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے حجت نہ ہوگی اور عمل بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ اس سے نص قطعی کا خلاف لازم آتا ہے اگرچہ سعودیہ ہی چاند پہلے نظر آئے، ہاں جن ملکوں اور سعودیہ کے درمیان بلاد قریبہ کی دوری ہے اور تاریخ بھی ایک رہتی ہے توان ملکوں میں سعودیہ کی رویت پر عمل کرنا جائز ہے اگر اس کی خبر معتبر شہادت کے ساتھ پہنچے۔

١.وفي بدائع الصنائع٨٣/٢ سعيد

هذا إذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لاتختلف فيها المطالع فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الأخر لأن مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في كل أهل بلد مطالع بلدهم دون الأخر.

٢.وفي تبيين الحقائق ٣٢١/١

والأشبه أن يعتبر لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم وإنفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار وكلما تركت الشمس درجة طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لأخر وغروب لبعض ونصف الليل لغيرهم.

٣.و التجنيس والمزيد ٤٢٣/٢

وفي الحاوى: أهل بلدة رأوا الهلال يوم الثلثاء وأهل بلدة أخرى يوم الأربعاء يحكم لكل بلدة بما رأوا ولاينظر إلى أهل بلدة أخرى

٤.وفى التجريد لأبى الفضل الكرماني ٣٤٠/١-٣٤١

ولو صام أهل مصر ثلاثين يوما للرؤية وصام أهل بلد تسعةوعشرين يوما للرؤية فعلى هؤلاء قضاء يوم واحد وهذا إذا كان بين البلدين تقارب لاتختلف المطالع فإن كان يختلف لم يلزم أحد البلدتين حكم الأخر.

٥.وفي الفتاوى السراجية ص ١٦٩

أهل بلدة صوموا للرؤية ثلاثين يوما وأهل بلد ة أخرى تسعة وعشرين يوما للرؤية فعلى هؤلاء قضاء يوم إلا إذا كان بين البدتين تباين بحيث تختلف المطالع.

٦. وفى المحيط البرهاني ٥٤٩/٢ دار إحياء التراث العربي

وفى المنتقى إذا صام أهل بلدة ثلاثين يوما لرؤية وصام أهل بلدة تسعةوعشرين يوما للرؤية فعليهم قضاء يوم

وفى القدوري إذاكان بين البلدتين تفاوتا لاتختلف المطالع لزم حكم أحد البلدةالأخرى فأما إذا كان تفاوتا تختلف المطالع لم يلزم إحدى البلدتين حكم البلدة الأخرى.

٧. وفي تبيين الأدلة في إثبات الأهلة ص ١٣

وقال في مختارات النوازل :اهل بلد صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية وأهل بلدة أخرى صاموا ثلاثين يوما بالرؤية على الأولين قضاء يوم إذا لم تختلف المطالع بينهما وأما إذا اختلفت المطالع لايجب القضاء.

٨.وفى البحر الرائق ٦١٥/٤ زكريا

دار الإفتاء



وسئل الأوزجندي عمن قال لصاحب الدين إن لم أقض حقك يوم العيد فكذا فجاء يوم العيد إلا أن قاضي هذه البلدة لم يجعله عيدا ولم يصل فيه صلاة العيد لدليل لاح عنده وقاضي بلدة أخرى جعله عيدا قال إذا حكم قاضي بلدة بكونه عيدا يلزم ذلك أهل بلدة الأخرى إذا لم تختلف المطالع كما فى الحكم بالرمضانية.

٩.وفي مراقى الفلاح ٣٥٩ سليمان مصطفى مامو على هامش حاشية الطحطاوي

وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجريد كما إذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الأولين لا المغرب لعدم إنعقاد السبب في حقهم.

١٠.وفي حاشية الطحطاوي ص٣٥٩ سليمان مصطفى مامو

وهو الأشبه لأن انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار كما في دخول الوقت وخروجه وهذا مثبت في علم الأفلاك والهيأة وأقل ما اختلف المطالع مسيرة شهر كما في الجواهر.

١١. وفي العرف الشذى ص١٤٩

لا بد من تسليم قول الزيلعي وإلا فيلزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين والثامن والعشرين أو يوم الحادي والثلاثين أو الثاني والثلاثين فإن هلال بلاد قسطنطنية ربما يتقدم على هلالنا بيومين فإذا صمنا على هلالنا ثم يأتينا رؤية هلال بلاد قسطنطنية يلزم تقديم العيد أو يلزم تأخير العيد إذا صام رجل من بلاد قسطنطنية ثم جاءنا قبل العيد.

١٢.وفي فتح الملهم ١١٣/٣

ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد لأن النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها فيها دون أقل العدد ولأزيد من أكثره.

١٣. وفي شرح مسلم للنووي ـمسلم٣٤٨/١

والصحيح عند أصحابنا أن الرؤية لاتعم الناس بل تختص لمن قرب على مسافة لاتقصر فيها الصلوة وقيل إن اتفق المطلع لزمهم.

١٤.وفي معارف السنن ٣٣٨/٥

والذي يظهر أن الأئمة لم ينقل عنهم إلا قول عدم العبرة للإختلاف مطلقا من غير فرق بين قرب وبعد ومن غير تفصيل وأما المنقول عنهم قول إجمالي ومنشأ ذلك أن طي مسافة بعيدة يختلف في مثلها مطلع الهلال ما كان يمكن في شهر واحد نظرا إلى نظام المواصلات في ذلك العهد ونظرا إلى النظام المعهود في قطع المسافة عند ذلك. فما كان يمكن أن يرى رجل الهلال ثم يصل قبل تمام الشهر إلى بلد يختلف مطلعه فكان الحكم هو اللزوم بالوجه الشرعي وعدم العبرة للاختلاف فجاء قول عدم العبرة من هذه الجهة وظاهر أن نفس اختلاف المطالع الشرقية والغربية لم يكن ليخفى على مثل الأئمة حكماء الأمة ثم إذا جاء من بعدهم فوسعوادائرة قولهم إلى ما لم يريدوه واخذوا قولهم بأوسع معنى الكلمة عاما في كل مطلع. وأرى أن هذا

غير ملائم ولابد أن يرا عى تلك الظروف المحيطة والأحوال المحاطة والأغراض الدائرة فى الباب .وليس الجمود على الظاهر من باب التفقه في مثل هذا اصلا.

١٥.عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته إلى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل علي رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني عبد الله بن عباس رضى الله عنهما ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه فقلت أولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم.( صحيح مسلم ٣٤٨/١)

**ساری دنیا میں ایک ہی دن روزہ اور عیدین ممکن نہیں**

(۴) بعض حضرات نے یہ طے کر رکھا ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں ایک ہی دن عید کی جائے۔ اسی لئے وہ حضرات چاہتے ہیں کہ قواعد ریاضی اور محکمہ موسمیات سے مدد لیکر چاند رات پہلے متعین کرلی جائے اور پورا ملک اس کے تابع ہو کر ایک ہی دن عید منایا کرے لیکن یہ بات دیکھنے اور سننے میں جیسا خوشگوار معلوم ہوتا ہے اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو شریعت میں اس کی کوئی اہمیت بلکہ کوئی حیثیت بھی نہیں ہے

**پوری دنیا میں اوقات عبادات میں یکسانیت ممکن نہیں:**

جاننا چاہئے کہ ہمارا روزہ یا عید یا کوئی دوسری تقریب یہ عام دنیا کے تہواروں کی طرح نہیں بلکہ سب کے سب عبادات ہیں اور عبادات حاصل اطاعت و فرمابرداری ہے کہ شریعت کی طرف سے جو حکم ملا اس کی تعمیل کی جائے۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ چاند و سورج دنیا میں ہر وقت موجود ہونے کے باوجود دنیا کے ہر علاقہ میں ایک ساتھ طلوع بھی نہیں ہوتا ہے اور غروب بھی نہیں ہوتا۔ روزہ ہو یا عید علاقہ واری چاند دیکھنے اور قمری مہینہ کی تاریخ کے ساتھ متعلق ہے جن کے اوقات ہر ملک کے ہر خطہ میں وہاں کے افق کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ابھی کسی علاقہ میں غروب آفتاب کا وقت ہے تو دوسرے علاقہ میں عشاء کا وقت ہے ویسا ہی اگر کسی علاقہ کے ظہر کا وقت ہے تو دوسرے علاقہ میں مغرب کا وقت ہے، جیسا کہ ہمارے بنگلہ دیش اور سعودیہ عرب کے درمیان تین گھنٹہ تک بیش و کم ہوتا ہے اور مہینہ کی تاریخ میں بھی عموماً فرق ہوتا ہے۔ لہذا رویت ہلال کی تاریخ کے ساتھ متعلق عبادات روزہ و عید اور کوئی دوسرا تہوار ساری دنیا میں ایک ساتھ منانا ممکن نہیں۔ اور شریعت میں سب جگہ ایک ہی دن ان تقاریب کے ماننے کی کوئی فضیلت بھی نہیں۔

غرض: ہمارا رمضان اور عید عام کوئی تہوار یا تقریب نہیں جس کی یکسانیت کی فکر کی جائے۔ اور اگر بالفرض ان کو کوئی تقریب بھی کہا جائے تو وہ صرف ملکی تقریب نہیں بلکہ مسلمانوں کی ایک عالمی تقریب ہے جس میں وطنی، جغرافیائی، اور لسانی فاصلے حائل نہیں۔ اور اگر عید کا ایک ہی دن منانا امر مستحسن ہے تو پھر سارے عالم کے مسلمانوں کو ایک ہی دن منانی چاہئے۔

مگر ہر لکھا پڑھا ہوا آدمی جانتا ہے کہ مشرق و مغرب کے فاصلوں میں ایسا ہونا ممکن نہیں پہلے زمانہ میں تو بعید ملکوں کا حال دوسرے سے مخفی رہتا تھا اس لئے پتہ نہیں چلتا تھا۔ اب تو تیز رفتار ہوائی جہازوں نے ساری دنیا کو ایک طشت کی طرح ہتھیلی پر رکھ چھوڑا ہے جس کو دیکھ کر ایک ہی وقت میں انسان معلوم کر سکتا ہے کہ اس وقت ایک ملک میں جمعہ ہو رہا ہے دوسرے میں ابھی جمعرات ہے اور تیسرا میں ہفتہ کا دن شروع ہو چکا ہے ان حالات میں کسی وقت عبادت میں پوری دنیا کی یکسانیت کا تصور بھی کیسے کیا جاسکتا ہے اور اگر ایک حکومت وسیع ہو تو اس کے دو مختلف حصوں میں بھی یکسانیت ممکن نہیں۔

اور خلافت راشدہ کے عہد میں جب اسلامی حکومت اشیاء، افریقہ، اور یورپ کے کچھ علاقہ تک پہنچ گئی تھی تب بھی حکومت کی جانب سے پوری اسلامی حکومت میں ایک دن روزہ اور عیدین ادا کرنے کا فیصلہ نہیں ہوا یہانتکہ کہ مدینہ اور شام میں بھی نہ ہوا جو مسلم شریف کی حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کا واقعہ بسند صحیح مذکور ہے کہ ملک شام میں جمعہ کی شام کو چاند دیکھا گیا اور مدینہ میں اس روز چاند نظر نہیں آیا امیر شام حضرت معاویہؓ اور تمام اہل شام نے ہفتہ کے روز روزہ رکھا اور حضرت ابن عباسؓ نے اتوار کے روز رمضان شروع کیا اور حضرت ابن عباسؓ کو اگرچہ رمضان ختم ہونے سے پہلے حضرت کریبؓ کی شہادت سے اس کا علم ہو گیا تھا کہ ملک شام میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا مگر صرف ایک گواہ کی شہادت موجود اس لئے قبول نہیں کیا پھر بھی اگر عید و رمضان کی وحدت و یکسانیت کوئی شرعی پسندیدہ چیز ہوتی تو کچھ مشکل نہ تھا کہ ملک شام سے دوسری شہادت طلب کر کے یہ وحدت قائم کر لی جاتی مگر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کریبؓ کے اصرار کے باوجود اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی

عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته إلى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل علي رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني عبد الله بن عباس رضى الله عنهما ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين أو نراه فقلت أولا تكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صحيح مسلم ۱۱۲/۱

ہمارے حنفی مذہب کی ظاہری روایت "لا عبرة باختلاف المطالع" دلیل کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے مگر گزشتہ اسلامی تاریخ میں تمام عالم اسلامی میں اس رائے پر کبھی عمل نہیں ہوا ہے یہانتکہ کہ سارے ایشیا پر ایک ہزار سال تک اسلامی حکومت جاری تھی تب بھی ایک ہی دن میں عید و روزہ

وغیرہ ادا کرنے کا کوئی نظیر نہیں اور نہ قرآن وحدیث اور فقہ وفتاوی میں ایک ہی تاریخ پر ایک دن میں عید وروزہ وغیرہ ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت مذکور ہے۔

ایسا ہی متاخرین فقہائے حنفیہ میں سے امام ابو عبد اللہ الجرجانیؒ، ملک العلماء علاء الدین کاسانی، فخر الدین زیلعی، علامہ انور شاہ کشمیری، شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، حافظ ابن عبد البر مالکی، ابن رشد مالکی اور دوسرے ائمہ کا قول یہ ہے کہ ایسے علاقوں وملکوں جنکی دوری اتنی ہو کہ چاند دیکھنے میں تاریخ کا تفاوت ہوتا ہے ایسے علاقہ میں ظاہر الروایۃ "لاعبرۃ باختلاف المطالع" کے موافق عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ اختلاف مطالع کے موافق چاند دیکھنے پر عمل ہوگا البتہ بلاد قریبہ میں ظاہر الروایہ کے موافق عمل کیا جاسکتا ہے اگر شرعی شہادت کے ذریعہ چاند دیکھنا ثابت ہو جائے جیسا کہ بنگلہ دیش، انڈیا، پاکستان وبرما وغیرہ میں۔

لہذا توحید الاہلہ والاعیاد کے یعنی سعودیہ کے فیصلہ کو بنیاد بنا کر ساری دنیا میں ایک ہی دن رمضان وعید نہیں منائی جائے گی اور یہ علماء دیوبند، سہارنپور اور تمام بلاد اسلامیہ کا فتوی بھی ہے۔

(۵) متاخرین فقہائے حنفیہ کے قول کے مطابق بلاد بعیدہ میں جبکہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے حجت نہیں، ہاں بلاد قریبہ میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لئے معتبر ہے۔ اور ہم کو معلوم ہے، کہ مشرق اور مغرب میں بلاد بعیدہ کی دوری ہے۔ اس لئے اہل مشرق کی رویت اہل مغرب کے لئے معتبر نہ ہوگی۔ اسی لئے علمائے دیوبند کی راے یہ ہے کہ اہل مشرق کی رویت اہل مغرب کے لئے حجت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ

محمد کوثر الدین کوکس بازاری

تاریخ: ١/ ٦ /١٤٣٥ھ

نور احمد عفی عنہ
المفتی والاستاذ

محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ
المفتی والاستاذ

محمد جسیم الدین عفا اللہ عنہ
المفتی والاستاذ